© rasailojaraid.com

پروفیسر ڈاکٹر محمد امین
ملتان

سیّد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کی شاعری

خطابت ایک قدیم، مفید، قابلِ قدر اور عظیم فن ہے۔ اہلِ یونان اور اہلِ روم نے اس فن پر بڑی توجہ دی۔ اور بڑے بڑے خطیب پیدا کئے۔ ان کے یہاں خطابت کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اسی طرح اہلِ عرب کو بھی اپنی خطابت پر ناز تھا۔ اہلِ عرب نے بھی اس فن میں بڑے کمالات دکھائے ہیں اور اس فن کی مبادیات پر بھی لکھا ہے وہ اس فن کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔

ابتدا ہی سے یہ فن دینی علماء اور سیاسی رہنماؤں کے ساتھ مخصوص رہا ہے۔ انہوں نے ہی اس فن کی ترویج و فروغ میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ قدیم زمانے میں عوام کے ساتھ رابطے کا مؤثر ذریعہ یہی تھا بلکہ اب بھی یہی ذریعہ مؤثر ہے، اردو فنِ خطابت کی تاریخ بہت مختصر ہے۔ بلکہ ہمارے یہاں تو یہ فن رُو بہ زوال ہے دینی حلقوں میں بھی کوئی خطیب نظر نہیں آتا۔ اور سیاسی میدان میں بھی زعماء اس فن سے نابلد ہیں اردو فنِ خطابت کی تاریخ میں چند ناموں میں ایک روشن نام سیّد شرف الدین احمد عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا ہے وہ اردو کے بے مثال خطیب تھے۔ قدرت نے انہیں خطابت کی بے پناہ صلاحیت عطا کی تھی۔ ان کے معاصر اور ایک بہت بڑے خطیب محمد علی جوہر نے ان کے بارے میں لکھا ہے:

"یہ شخص جادوگر ہے۔ اِسے تقریر کی اجازت نہیں دینی چاہیئے۔ اس کا وجود بڑا خطرناک ہے۔ کیونکہ لوگ اس کی تقریر سے مسحور و مبہوت ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ چاہے تو انہیں اچھائی کے بجائے کسی غلط کام پر بھی آسانی سے آمادہ کر سکتا ہے۔ میرا بس چلے تو میں اسے کبھی تقریر نہ کرنے دوں۔"

ان کے معاصر خطیبوں نے ان کی بے مثال خطابت کو سراہا ہے خطابت اور شاعری کا چولی دامن کا ساتھ ہے یہ دونوں فن ایک دوسرے سے مربوط ہیں۔ خطیب نثر میں شاعری کرتا ہے وہی نثر جب موزوں ہو جائے تو شاعری بن جاتی ہے خطیب اپنی تقریر کو دلکش اور مؤثر بنانے کے لئے شاعرانہ ہنر سے کام لیتا ہے۔ اس لئے ایک اچھے خطیب کے اندر ایک اچھا شاعر پوشیدہ ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں شعر فہمی اور شعر گوئی بھی علماء کی روایت رہی ہے عمر خیام جب رصدگاہ کے کام سے تھک جاتا تو رباعی کہہ لیتا، ابن سینا بھی کبھی کبھی شعر کہتے تھے۔ عطاء اللہ شاہ بخاریؒ خطیبِ بے مثل تھے۔ اسی ناطے سے ان میں ایک شاعرِ بے مثل پوشیدہ تھا۔ مگر انہوں نے شاعری کے فن کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اختیار نہیں کیا اور نہ ہی اس پر توجہ دی، وہ اعلیٰ شعری ذوق کے مالک تھے۔ بچپن کی شعری مجالس نے اس ذوق کی تربیت کی مگر آپ نے باقاعدہ طور پر شاعری نہیں کی۔ بلکہ کہیں کہیں کسی خاص تحریک و ترغیب کے زیرِ اثر اشعار کہے۔ اور نذیر تخلص اختیار کیا۔

ان کے اشعار کا ایک مجموعہ "سواطع الالہام" کے نام سے چھپ چکا ہے۔ سواطع الالہام فیضی کی تفسیر غیر منقوط کا نام ہے۔ چونکہ شاعری کو بھی الہامی سمجھا جاتا ہے۔ اور ساطعہ بجلی کی چمک کو کہتے ہیں اس رعایت سے یہ نام بہت موزوں ہے۔ جب کسی الہام کی بجلی چمکی اس کے نتیجے میں جو شعر ہوا وہ ساطعہ ہے۔ یوں اس مجموعے میں بہت سے ساطعات جمع ہو گئے ہیں۔

اس مجموعے میں تین زبانوں میں اشعار موجود ہیں۔ یعنی فارسی، اردو اور سرائیکی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کو ان تینوں زبانوں پر قدرت حاصل تھی۔ اس مجموعے کے فارسی اشعار میں فکری گہرائی بہت زیادہ ہے اظہار بھی مؤثر ہے اور اسلوب بھی سلیس ہے ایک نعت کے چند اشعار دیکھئے:

لولاک ذرۂ ز جہانِ محمدؐ است
سبحان من یراہ چہ شانِ محمدؐ است

سیپارۂ کلامِ الٰہی خدا گواہ
آں ہم عبارتے ز زبانِ محمدؐ است

نازد بنام پاک محمدؐ کلامِ پاک
نازم بآں کلام کہ جانِ محمدؐ است

توحید را کہ نقطۂ پرکارِ دینِ ماست
دانی کہ نقطۂ ز بیانِ محمدؐ است

چند اور اشعار ملاحظہ کیجئے:

بیا کہ با تو سخن ہا ز حرفِ لولاک است
بیا کہ با تو حکایت ز قدرِ افلاک است

یتیمِ مکہ محمدؐ کہ آبروئے خدا است
کسیکہ خاکِ رہش نیست بر سرش خاک است

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہزار لشکرِ طاغوتیاں زند بر ہم
قیامتے کہ بپا از نگاہِ بیباک است

گرہ بطرہ مازاغ و ما طغیٰ بستند
ولے ز سر تاجِ ما عرفناک است

عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے نعتیہ اشعار سے ان کی حضورؐ سے محبت اور عقیدت کا بھرپور اظہار ہوتا ہے اس کے ساتھ فکری گہرائی اور فنی محاسن اپنی جگہ پر ہیں۔ شاہ صاحب کی فارسی شاعری بہت خوب صورت ہے جس سے ان کی قدرتِ بیان ظاہر ہوتی ہے۔ وحدت الوجود فارسی اور اردو کی صوفیانہ شاعری کا مقبول ترین مضمون ہے شاہ صاحب نے بھی اس مضمون کو بڑی خوبصورتی سے باندھا ہے۔

وحدت بوجود و حالت کثرت در آمدہ
حرکت بجلوہ ہا جلوہ بحرکت در آمدہ

موسیٰ و طور و وادیٔ ایمن حرا حرم
ہر جا کہ دیدہ ایست بحیرت در آمدہ

چمن چمن گل و نسرین ز عکسِ رخ ریزد
سبد سبد گل خنداں ز راہ می چکد کش

اب اردو میں اس مضمون کو دیکھئے:

ذرّوں سے تا بہ مہر ستاروں سے تا چمن
عکسِ جمالِ یار کی تابندگی ہے دوست

تصوف کے حوالے سے فقر کا مضمون بھی شاعری کا موضوع بنا ہے، شاہ صاحب نے بھی اسی پر اشعار کہے ہیں، ملاحظہ کیجیے:

یک نانِ جویں ز خوانِ شاہی خوشتر
از چنگ و رباب آہ صبحگاہی خوشتر

یک لحظہ بزیرِ سایۂ قدِ یار،
واللہ! ز ہزار چترِ شاہی خوشتر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان کی فارسی شاعری فارسی کے روایتی تغزل سے معمور ہے :۔

ہاں لالہ زغم خون شد واز ہجر سمن زرد است

این دیدۂ احمر ہم واین چہرۂ اصفر ہم

دردِ جگر دارد بیمار غمت نیسانہ

خواہد نہ مدا وائے جوید نہ گہے مرہم

پارسایان ہمہ ناز ند بہ زہد و طاعت

یک ندیم است کہ بر دامن تر می نازد

شاہ صاحب کی اردو نظمیں ہنگامی موضوعات پر ہیں۔ ہنگامی موضوعات پر ہونے کی وجہ سے یہ نظمیں ہلکی پھلکی ہیں۔ اور بعض میں طنز و مزاح پایا جاتا ہے۔ ان نظموں میں روانی کمال کی ہے ایک نظم کا ایک بند ملاحظہ کیجئے :۔

دن کو پوچھو، رات کو پوچھو

رنگ برنگی دھات کو پوچھو

مٹی پتھر پات کو پوچھو

ایک نہ پوچھو سات کو پوچھو

تم کیسا جانو اے نادانو!

تم کیسا سمجھو تم کیسا جانو!

ان نظموں کے علاوہ شاہ صاحبؒ کی فردیات قابلِ توجہ ہیں :۔

چمن کو اس لئے مالی نے خون سے سینچا تھا

کہ اس کی اپنی نگاہیں بہار کو ترسیں

یہ شعر وطن کے حالات کی خوب عکاسی کرتا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ شعر ساحر لدھیانوی کو دے دیا تھا۔ اور اب یہ شعر ساحر لدھیانوی کی کتاب "تلخیاں" کی زینت ہے۔

چند اور فرد ملاحظہ کیجئے۔

؎ وہ آنکھوں میں موجود اور چشم حیراں

ادھر ڈھونڈتی ہے ادھر ڈھونڈتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

؎ گر ہو دوائے عشق کی تلخی نصیب عقل
بنتی ہے پھر تو بادہ و ساغر کہے بغیر

؎ سب سے پہلے حسن کی رعنائیاں ناپی گئیں
پھر ہمارے عشق کی پہنائیاں ناپی گئیں

ان اشعار سے شاہ صاحب کی شعر گوئی کا سلیقہ ظاہر ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انہیں زبان و بیان پر کتنی قدرت حاصل تھی، اور وہ اُردو کی کلاسیکی شعری روایت سے واقف بھی تھے۔ اگر شاہ صاحب اس فن پر بھی کچھ توجہ صرف کرتے تو اردو کو ایک اور اچھا شاعر مل جاتا۔ مگر انہوں نے اس فن پر کیوں توجہ نہیں دی اس کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں، ان میں سے بعض پر قیاس آرائی ممکن ہے۔ بہرحال یہ مختصر سا مجموعہ ان کی شعر فہمی اور شعر گوئی کے اعلیٰ ذوق کی دلیل ہے۔

برجستگی

امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۵۲ء میں کراچی تشریف لے گئے قیام مجلسِ احرار اسلام کے دفتر میں ہی رہا۔ ایک روز صبح ہی صبح عبدالمجید سالک اور مجید لاہوری (مرحومین) دفتر چلے آئے۔ شاہ جیؒ اوراد و وظائف میں مشغول تھے۔ سالک نے چھوٹتے ہی پھبتی کسی

ع بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر

شاہ جیؒ نے تسبیح مکمل فرمائی اور برجستہ فرمایا "میں تم دونوں کا ہی تصور کر رہا تھا"!

مجید لاہوری (مرحوم) کے نام پیغام —— جریدہ کی کامیابی پر!

"میں بہت خوش ہوں کہ آپ کا "نمکدان" فواحشات سے پاک ہے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسے ترقی دے۔ ہم اسے گھر میں بھی پڑھ لیتے ہیں۔ رہی آپ کی کراچی میں مکان نہ ملنے کی شکایت ——؟ تو کراچی والوں نے کوئی ایسا مکان نہیں بنایا جس کے دروازے سے آپ داخل ہو سکیں[۱]!"

(امیر شریعت) سید عطاء اللہ شاہ بخاری

[۱] مرحوم مجید لاہوری کی "دیو قامتی" کی طرف اشارہ ہے۔

© rasailojaraid.com